سیاسی بحران کے خاتمہ کے لئے
چار نکاتی آئینی حل

- نواز شریف خود مڈ ٹرم انتخابات کروادیں
- نگران حکومت کے طور پر مرکز میں یہی حکومت رہے
- چاروں صوبائی حکومتیں ختم کرکے گورنر راج نافذ کردیا جائے
- انتخابات فوج کی نگرانی میں کرائے جائیں۔

مسجد دار السلام باغِ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۰/ ستمبر ۹۹ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

سانحہ کارگل کے حوالے سے عوامی اضطراب کی جو صورتحال پیدا ہوئی تھی اور جس سے ہماری اپوزیشن کو تحریک چلانے کے لئے کچھ مواقع میسر آئے تھے اس میں اب شدت آچکی ہے اور ۱۹ جماعتوں پر مشتمل گرینڈ الائنس قائم ہو چکا ہے۔ ابھی یہ اتحاد بے نام ہے اور اس کا کوئی سربراہ بھی معین نہیں ہوا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان جماعتوں میں ابھی تک وہ ذہنی ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکی جسے اس نوع کے اتحاد کے لئے ناگزیر سمجھا جاتا ہے اور ابھی اندر خانہ کچھ معاملات طے پا رہے ہیں۔ لہٰذا حکومت کو اپوزیشن سے کوئی فوری خطرہ نہیں ہے۔ تاہم آثار نظر آتے ہیں کہ یہ اتحاد مضبوط ہوگا۔

دوسری طرف جماعت اسلامی نے اب تک تین بہت بڑے جلوس نکالے ہیں۔ جس سے قاضی حسین احمد اور جماعت اسلامی کا گراف یقیناً اونچا ہوا ہے۔ قاضی حسین احمد صاحب کا یہ معاملہ قابل تحسین ہے کہ وہ ایک موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں یعنی محض حکومت گرانے کیلئے ہم میدان میں نہیں آئیں گے، جب تک آئندہ کا لائحہ عمل سامنے نہ ہو۔ یہ بہت مثبت بات ہے۔ لیکن جماعت اسلامی کی طرف سے ایک بات یہ بھی سامنے آئی ہے کہ انہوں نے متحدہ اپوزیشن میں شرکت پر مشروط رضامندی ظاہر کی اور شرط یہ رکھی کہ اگر قاضی صاحب کو وزیراعظم بنایا جائے تو پھر جماعت اسلامی اس الائنس میں شامل ہو سکتی ہے۔ اس پر کافی تنقید ہوئی، استہزاء ہوا، چنانچہ جماعت اسلامی نے اپنا موقف بدلا ہے اور کہا ہے کہ جب تک اسلامی انقلاب کی راہ ہموار نہ ہو ہم میدان میں آکر چیلنج نہیں کریں گے۔ اگرچہ یہ موقف درست ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا اس راہ سے اسلامی انقلاب آسکے گا؟

ملک میں تیسری لہر جو اٹھی ہے وہ سرحد سے اسامہ بن لادن کے حوالے سے ہے۔ جس کے قائدین میں مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق قابل ذکر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان میں طالبان طرز کا اسلامی انقلاب آئے گا اور انہوں نے اپنی ریلیوں کا عنوان "مردہ باد امریکہ" رکھا ہے۔ ان کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ یہ علاقہ افغانستان سے متصل ہے۔ اگر ان کے نفاذ شریعت کے مطالبے کو نظرانداز کیا گیا تو اس تحریک کا انجام پاکستان کی سالمیت کے اعتبار سے خطرناک ہو سکتا ہے اور پاکستان کی پختون بیلٹ کٹ کر افغانستان میں شامل ہو سکتی ہے۔

چوتھا معاملہ سندھ کا ہے اور یہ مسئلہ ۸۴-۱۹۸۳ء کے بعد اب ایک بار پھر پوری شدت کے ساتھ سامنے آیا ہے اور یہ تبصرہ غلط نہیں کہ سندھ میں مشرقی پاکستان جیسے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ سندھ میں پچھلی ہڑتال بڑے زور شور سے ہوئی تھی جبکہ آئی جی پولیس رانا مقبول نے جس طرح حیدر آباد میں پولیس کا جلوس نکال کر پولیس ایکشن اور پکڑ دھکڑ کے ذریعے عوام کو خوفزدہ کیا۔ اس سے مشرقی پاکستان میں کئے گئے فوجی ایکشن کی یاد تازہ ہو گئی۔ اس کے باوجود ۴ ستمبر کی ہڑتال غیر معمولی طور پر کامیاب رہی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل سندھ کے جذبات کیا ہیں۔ پولیس ایکشن کے ذریعے لوگوں کو اس طرح خوفزدہ کرنے کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے، کیونکہ وہاں کوئی سیاسی حکومت نہیں ہے۔ گورنر راج کا نام لیا جاتا ہے لیکن وہ بھی موجود نہیں ہے۔ سیاسی طور پر غوث علی شاہ لائے گئے ہیں لیکن حقیقت میں اختیارات ان کے پاس بھی نہیں ہیں بلکہ رانا مقبول کے ذریعے پورے سندھ کو کنٹرول کیا جارہا ہے۔ یہ صورت حال کسی بھی طرح قابل اطمینان نہیں۔

اوپر جو صورت واقعہ بیان ہوئی میرے نزدیک اس کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان کی سیاسی تاریخ چوتھی بار چکر لگا کر اسی دوراہے پر آگئی ہے جہاں بحران کے باعث ملک میں مارشل لاء لگ سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں سیاست مثبت انداز میں پروان نہیں چڑھ سکی۔ بار بار مارشل لاء کے باعث اور سیاسی عمل میں تعطل سے ہماری قوم سیاسی شعور کے اعتبار سے تاحال بالغ نہیں ہو سکی ہے۔ چنانچہ موجودہ صورتحال یہ ہے کہ شدید محاذ آرائی کا آغاز ہو چکا ہے۔ ایک طرف حکومت اور اس کے حواری ہیں، ان کی پشت پر سرکاری میڈیا ہے۔ جس کے ذریعے حکومت اور اس کے اقدامات کی مدح ثنائی ہو رہی ہے۔ کہا جارہا ہے کہ کچھ سرپھرے لوگ اور کچھ مسترد سیاستدان ہیں جو انتشار پھیلا رہے ہیں۔ لیکن ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ حکومت کو یہ احساس ہو چکا ہے کہ معاملہ اب سنجیدگی سے لینا ہوگا۔ دوسری طرف اپوزیشن اور ان کے حامی ہیں جن میں بہت سے کالم نویس بھی ہیں، جو ون پوائنٹ ایجنڈا پر جمع ہو رہے ہیں۔ اگرچہ اس دھارے میں جماعت اسلامی شامل نہیں ہے لیکن اگر جماعت اسلامی حکومت کے خلاف تحریک چلاتی ہے تو اس کا فائدہ بھی بالواسطہ طور پر حکومت مخالف طاقتوں کو پہنچے گا۔

تیسری جانب اس بات کے بھی شواہد موجود ہیں کہ سندھ میں پکڑ دھکڑ اور پولیس ایکشن کے ذریعے ریاستی دہشت گردی کی وجہ سے موجودہ حکومت کے حق میں امریکی حمایت میں کمی آئی ہے جبکہ مشرقی تیمور کے حوالے سے نواز شریف کے مطالبے کو بھی امریکہ نے مسترد کر دیا ہے کہ کشمیر کے مسئلہ کو بھی مشرقی تیمور جیسی اہمیت دی جائے۔ بلکہ انتہائی جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دو الگ معاملات ہیں۔ جس پر پاکستان نے بھی امریکی صدر کلنٹن کا یہ موقف رد کر دیا ہے کہ کشمیر اور مشرقی تیمور کا معاملہ علیحدہ ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ حالات کا رخ کیا ہے اور اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

دیکھئے راستے دو ہیں۔ ایک ہے ماورائے آئین راستہ یعنی محاذ آرائی میں شدت پیدا ہو جائے۔ امن و امان کا

مسئلہ پیدا ہو جائے۔ جسے اگر سول حکومت کنٹرول نہ کر سکی تو لامحالہ فوج کو دخل دینا پڑے گا۔ چنانچہ فوج پس پردہ رہ کر بھی موجودہ حکومت کو چلتا کر سکتی ہے اور مارشل لاء بھی لگ سکتا ہے۔ یا تیسرا خوف ناک نتیجہ (خاکم بدہن) یہ ہو سکتا ہے کہ خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہو جائے کیونکہ حرکۃ الانصار نے کہا ہے کہ اگر حکومت نے ہماری طرف میلی آنکھ سے بھی دیکھا تو ہمارے پاس ایک لاکھ تربیت یافتہ مسلح کارکن پاکستان میں موجود ہیں۔ حرکۃ الانصار کی پشت پر دیوبندی مکتب فکر کے علماء ہیں۔ اسی طرح جے یو آئی بھی جس کا اثر و رسوخ پختون بیلٹ میں ہے 'علمائے دیوبند پر مشتمل ہے۔ اگر ان دونوں میں کوئی اتحاد ہو جائے تو یہ ایک نہایت مؤثر قوت کے طور پر ابھر کر سامنے آ سکتے ہیں۔ دوسری طرف افغانستان میں طالبان بھی دیوبندی مدارس سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں دوسری جہادی تحریکیں جماعت اسلامی اور اخوانی طرز کے لوگوں پر مشتمل ہیں۔ افغانستان میں طالبان اور حکمت یار گروپ کا جھگڑا اسی بات پر ہے کہ بیسویں صدی میں جو جدید اسلامی تحریکیں ابھری تھیں' جن میں الاخوان المسلمون اور ہندوستان میں جماعت اسلامی شامل ہیں' ان کے اور قدیم مدارس کے دینی لوگوں کے مزاج میں بہت فرق ہے۔ لہٰذا ان دونوں گروپوں کے مابین پاکستان میں بھی مذہب کے نام پر تصادم ہو سکتا ہے جو بہت خوفناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے!

دوسرا راستہ آئینی ہے۔ اگر اسی آئین کے حوالے سے ملک میں حکومت کی تبدیلی کا کوئی معاملہ ہو جائے تو بہترین ہو گا۔ تاہم چودھویں ترمیم کی وجہ سے موجودہ اسمبلی کے ذریعے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

آئین کی حدود میں رہتے ہوئے ایک دوسرا طریقہ جو الدین النصیحہ کے تحت میں تجویز کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ نواز شریف صاحب موجودہ سیاسی بحران کے خاتمے کے لئے خود مڈ ٹرم الیکشن کرا دیں۔ چونکہ یہ الیکشن وہ خود کروائیں گے اس لئے نگران حکومت کے طور پر مرکزی حکومت انہی کی رہے گی۔ صوبائی حکومتیں چونکہ انتخابات پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں لہٰذا میرا مشورہ یہ ہو گا کہ تمام صوبائی حکومتیں ختم کر کے گورنر راج نافذ کر دیا جائے۔ نیز یہ الیکشن فوج کی نگرانی میں کرایا جائے۔ اگر اس الیکشن کے نتیجے میں انہیں دوبارہ مینڈیٹ حاصل ہو جاتا ہے' خواہ وہ اتنا بھاری بھرکم نہ ہو' تب بھی اپوزیشن کی تحریک خود بخود ختم ہو جائے گی اور اگر عوام نے انہیں مسترد کر دیا تو یہ باعزت طور پر اقتدار سے الگ ہو سکیں گے۔ موجودہ ملکی صورتحال میں یہ ایک آئینی حل ہونے کے ساتھ ساتھ موجودہ حکمران پارٹی کیلئے بھی بہترین آپشن ہے۔

رہا اسلامی انقلاب کا معاملہ تو وہ سرے سے کسی سیاسی جماعت کے پروگرام میں شامل ہی نہیں۔ اس سلسلے میں اگر کچھ امید کی جا سکتی ہے تو صرف جماعت اسلامی سے کی جا سکتی ہے۔ لیکن اسلامی انقلاب صرف اسوہ محمدیؐ پر عمل پیرا ہو کر ہی برپا کیا جا سکتا ہے لہٰذا جب تک کسی خالص دینی ایشو پر تحریک نہ چلے اسلامی انقلاب ناممکن ہے۔ جماعت اسلامی نے چونکہ آج تک کسی خالص دینی ایشو پر تحریک نہیں چلائی' سودی معاملے کو انہوں نے کبھی نہیں اٹھایا۔ حالانکہ ہر شخص کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر پاکستان میں اسلامی انقلاب آیا تو سب سے پہلے سودی عالمی مالیاتی استعمار سے مقابلہ ہو گا جس کے لئے پہلے سے ذہنوں کو ہموار کرنا اور مناسب تیاری کرنا لازم ہے اس لئے کہ سودی نظام کو جڑ سے اکھاڑے بغیر کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

ایں بنوک ایں فکر چالاکِ یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

(یہ بینکوں کا نظام یہودی کی مکار ذہنیت کا نتیجہ ہے جس نے آدم کے سینے سے نورِ حق کو نکال باہر کیا ہے۔ جب تک یہ نظام تلپٹ نہیں کیا جائے گا دین کے قیام کی باتیں اور عالمانہ و دانش مندانہ بحثیں سب خام خیالی ہیں)

اسی طرح جماعت اسلامی نے بدترین استحصالی نظام جاگیرداری کے خلاف کوئی مہم نہیں چلائی۔ فحاشی اور عریانی کے خلاف کوئی تحریک نہیں چلائی۔ لہٰذا اس اعتبار سے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ جماعت اسلامی بھی اسلامی انقلاب کی راہ پر نہیں۔ چنانچہ ہم قاضی صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ کسی خالص دینی مسئلہ کو بنیاد بنا کر تحریک چلائیں اور اپنی منظم طاقت کو اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کے لئے استعمال کریں۔ کاش کہ یہ بات ان کی سمجھ میں آ جائے کہ لوگوں کے ذاتی مسائل پر تحریک چلا کر اسلامی انقلاب نہیں لایا جا سکتا۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم سورۂ کہف کی آیات ۲۷ تا ۲۹' جن کی میں نے شروع میں تلاوت کی تھی' کے مطابق عمل پیرا رہیں گے۔ کیونکہ آج پاکستان میں اسلامی انقلاب کی تحریک تقریباً اسی مقام پر کھڑی ہے جہاں حضور ﷺ کے دور میں ان آیات کے نزول کے وقت اسلامی تحریک تھی۔ (واضح رہے کہ سورۂ کہف آنحضورؐ کے مکی دور کے آخری حصے میں نازل ہوئی تھی) وہی صورتحال پاکستان میں بھی ہے یعنی عوامی رخ اقامت دین کی طرف نہیں ہے۔ کوئی بڑی جماعت اس حوالے سے گفتگو کرنے کو تیار نہیں ہے۔ بہرحال ہم نے اسوہ رسولؐ سے جو طریق انقلاب سمجھا ہے اس پر عمل پیرا ہیں اور اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے ﴿وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ﴾ "اے نبیؐ تلاوت کیجئے اور لوگوں کو سناتے اور پڑھاتے رہئے' جو کچھ آپؐ کی جانب آپؐ کے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے۔" الحمد للہ کہ یہی کام ہم بھی کر رہے ہیں۔ ﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ﴾ "جان لو اللہ کے کلمات کو تبدیل کرنے والا کوئی نہیں" یعنی اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ اس وقت انقلاب برپا کرتا ہے جب انقلاب کے اہل لوگ سامنے آ جائیں۔ ﴿وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ "اور اے نبیؐ' اللہ کے سوا آپؐ کو کوئی پناہ گاہ نہیں ملے گی۔" اس وقت حضور ﷺ کے دل میں خیال آتا تھا کہ یہ بڑے بڑے سردار اگر ایمان لے آئیں تو راستہ کھل جائے گا۔ اس لئے بیان فرمایا کہ آپ کسی طرف نہ دیکھیں' صرف اللہ کی کتاب کے ذریعے اللہ کی طرف متوجہ رہیں ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ "اور تھامے رکھئے اپنے آپ کو' اور ان لوگوں کی صحبت کو غنیمت سمجھئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اور جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں" ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ اور دیکھئے آپ کی نگاہیں ان سے ہٹ کر کہیں ان لوگوں کی طرف نہ ہو جائیں جنہیں ہم نے دنیا میں بہت کچھ دے رکھا ہے۔

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۝﴾ اور اس شخص کی بات مت سنئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ جو اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے اور جو حد سے بڑھا جاتا ہے۔

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ "اور کہہ دیجئے کہ جو میں پیش کر رہا ہوں وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔" ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ "پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔" یعنی تمہارے ایمان لانے یا نہ لانے سے اللہ کی سلطنت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ہاں یہ جان لو ﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا﴾ "اللہ نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔" ﴿اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ "اس آگ کی قناتیں انہیں اپنے گھیرے میں لے لیں گی۔" ﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا۝﴾ "جب وہ پیاس سے بے تاب ہو کر پانی طلب کریں گے تو انہیں ایسا پانی دیا جائے گا جو اُبلتے ہوئے تانبے کی مانند ہو گا۔ جو ان کے منہ جھلس دے گا۔ بہت بری ہے وہ پینے کی شے اور بہت برا ہے وہ جائے مقام۔"

یہی دعوت ہم عام کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ قاضی صاحب اسلامی انقلاب کی راہ راست کی طرف اپنا رخ کر لیں۔ آمین یا رب العٰلمین ○○

داغستان کی تحریک آزادی . . . . تاریخی پس منظر

—— ملک احمد سرور ——

جنوبی روس میں جنوب مشرق سے شمال مغرب کی طرف بحیرہ خضر سے بحیرہ اسود تک ایک ہزار کلومیٹر سے زیادہ طویل پھیلے ہوئے پہاڑی سلسلے کو "کوہ قاف" کہا جاتا ہے۔ اس پہاڑی سلسلے کی شمالی ڈھلانوں اور متصل میدانی علاقہ کو شمالی قفقاز کا نام دیا گیا ہے۔ داغستان شمالی قفقاز کا مشرقی حصہ ہے جو بحیرہ خضر کے مغربی ساحل کے میدانوں اور اس سے متصل پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ چونکہ یہ شمالی قفقاز کے مغربی حصہ کے مقابلہ میں کسی قدر جنوب میں واقع ہے اس لئے اس کو جنوبی قفقاز بھی کہا جاتا ہے۔ داغستان کا بڑا حصہ پہاڑی ہے اور کوہ قاف کا تقریباً پورا مشرقی حصہ داغستان میں شامل ہے۔ ترکی زبان میں "داغ" پہاڑ کو کہتے ہیں' اسی لئے اس علاقہ کا نام داغستان یعنی پہاڑوں کی سرزمین پڑ گیا۔

قفقاز کی آبادی تقریباً ایک کروڑ بتائی جاتی ہے جبکہ الیگزینڈر بینگ سن کی کتاب کے مطابق آبادی اڑھائی کروڑ ہونی چاہیئے' اس میں ایک کروڑ 60 لاکھ مسلمان ہیں۔ قفقاز سات حصوں میں تقسیم ہے (1) چیچنیا (2) داغستان (3) انگوشیا (4) اوسیٹیا (5) کبردینو بلکار (6) قراچائی چرکس (7) ابخازیہ۔ داغستان بحیرہ خضر (بحیرہ کیسپئین) کے ساتھ واقع ہے۔ اس کی سرحدیں آذربائیجان' جارجیا' چیچنیا اور روس کے ساتھ ملتی ہیں جبکہ مشرق میں بحیرہ خضر ہے۔

ڈاکٹر کتانی کے مطابق داغستان کا رقبہ 50,300 مربع کلومیٹر ہے جبکہ ادارہ معارف اسلامی کی شائع کردہ کتاب "مسلم دنیا" میں 19416 مربع میل ہے۔ ڈاکٹر کتانی نے 1979ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی 1627000 لکھی ہے۔ دیگر معلومات کے مطابق اس وقت آبادی 25 لاکھ ہے۔ 1959ء میں داغستان میں روسیوں کی تعداد 2,14000 تھی جو 1979ء میں کم ہو کر 1,90,000 رہ گئی' اب اس میں مزید کمی آگئی ہو گی۔ مخاش قلعہ جسے ماخاچ قلعہ بھی لکھا جاتا ہے' اس کا دارالحکومت ہے۔

داغستان میں دو درجن سے زائد قومیں آباد ہیں۔ نکولائی میخائلوف 32 قوموں کا ذکر کرتا ہے جبکہ دیگر ذرائع قوموں کی تعداد 15 بتاتے ہیں۔ بعض قومیں اتنی چھوٹی ہیں کہ ان کی آبادی صرف ایک گاؤں تک محدود ہے۔ اوار' لزغن' لاز' بلکار' چرکس' دارغن' لک مشہور قومیں ہیں۔ تیرہویں صدی کے وسط سے لے کر 16 ویں صدی تک مصر و شام پر حکومت کرنے والوں کا تعلق چرکس قبیلے سے تھا۔ اوار قبیلہ سب سے بڑا ہے اور یہ داغستان میں 45 میل چوڑی پٹی میں اس طرح آباد ہے کہ داغستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔

عرب مورخ العزیز نے مشرقی قفقاز کو "زبانوں کا پہاڑ" بھی لکھا ہے اور بتایا ہے کہ کم و بیش 300 زبانیں اس علاقے میں بولی جاتی ہیں۔ کم سے کم زبانوں کی تعداد 40 بتائی جاتی ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطہ میں ایسا نہیں ہے کہ اتنے تھوڑے علاقہ اور آبادی میں اس قدر زبانیں بولی جاتی ہوں۔ مورخین نے اس کی مختلف وجوہات لکھی ہیں۔ بعض نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ علاقہ بے شمار فاتحین کے زیر قبضہ رہا اس لئے مختلف زبانیں رواج پا گئیں۔ دوسروں نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ سکندر اعظم نے اپنے مقبوضات کے قیدیوں کو لا کر یہاں مختلف پہاڑوں میں چھوڑ دیا' یہ لوگ مختلف علاقوں سے تھے اور مختلف زبانیں بولتے تھے' یہاں آ کر بھی انہوں نے اپنی اپنی زبان کو برقرار رکھا۔ امام شامل اور ان سے پہلے کے اماموں اور تحریک مریدیت میں رابطے کی زبان "اوار" تھی جو اوار قبیلے کی زبان بھی ہے۔

داغستان کی پہاڑی وادیاں مختلف شکلوں کی ہیں' کوئی تنگ گلی کی مانند ہے تو کوئی پیالے کی شکل کی' کوئی مستطیل کے مشابہ اور کوئی گول دائرے کی طرح۔ یہی حال ندی نالوں کا ہے' بعض ندیاں تو طویل سرنگوں کی صورت میں پہاڑوں کے نیچے بہتی ہیں۔ کہیں پانی کے ٹھنڈے چشمے ہیں تو کہیں گرم۔ کہیں دریاؤں کی گہرائیاں پہاڑی چوٹیوں سے 3000 فٹ تک چلی جاتی ہے۔ سیب اور چیری کے باغات کثرت میں ہیں۔ مکئی گیہوں کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ مشرق کی طرف آئیں تو جنگلات کم ہوتے جاتے ہیں۔ مویشی بھی پالے جاتے ہیں اور دستکاری کا کام بھی ہوتا ہے۔ داغستان کے قالین بہت مشہور ہیں۔ طوفانی دریاؤں پر پن بجلی گھر بنائے گئے ہیں۔ بحیرہ کیسپئین (بحیرہ خضر) کے ساحل سے تیل نکالا جاتا ہے۔ ریفائنری بھی ہے۔ دربند کے قریب سنگ مردہ کی ریت اور گیس کے ذخائر ہیں۔ سنگ مردہ کی ریت مقامی شیشے کے کارخانے میں استعمال ہوتی ہیں۔

قفقاز ایک قلعہ کی مانند ہے۔ قدرتی دفاعی حصار رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ یہاں کے لوگ جو مزید دفاعی انتظامات کرتے ہیں اس سے یہ مزید محفوظ ہو جاتے ہیں۔ گھروں اور دیہاتوں کی تعمیر میں بھی دفاعی امور کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ یہاں کے لوگ پیدائشی طور پر جنگجو' بہادر اور ماہر نشانہ باز ہوتے ہیں۔ جدید ہتھیاروں سے پہلے ماہر شمشیر اور خنجرزن ہوتے تھے۔ ہتھیار ان کے نزدیک سب سے قیمتی اثاثہ ہوتے ہیں۔ یہاں کی عورتیں بھی خنجر چلانے کی انتہائی ماہر مانی جاتی تھیں۔ بعض اوقات حملہ آوروں کا مقابلہ عورتیں کرتی تھیں۔ تیمور لنگ کے ایک لشکر کو یہاں کی عورتوں نے مار بھگایا تھا۔ یہاں کی عورتیں خوبصورت اس قدر ہیں کہ دنیا میں انہیں کوہ قاف کی پریاں کہا جاتا ہے۔ کوہ قاف میں یہ مثل مشہور تھی کہ "بادشاہ احمق ہو تو کوہ قاف پر حملہ کرتا ہے۔" کوہ قاف مدت دراز تک ناقابل تسخیر رہا۔ یہاں کے لوگ کہا کرتے تھے "جو مرنا نہیں جانتے وہ لڑ نہیں سکتے اور جو لڑنا نہیں جانتے وہ جی نہیں سکتے۔"

مسلک کے لحاظ سے داغستان کے لوگوں کی بڑی تعداد "شافعی" مسلک سے تعلق رکھتی ہے۔ حنفی اور شیعہ بھی پائے جاتے ہیں۔ بڑی تعداد تصوف کے نقشبندی سلسلہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جب کہ قادری بھی پائے جاتے ہیں۔

مسلمان یہاں سب سے پہلے اموی خلیفہ ہشام (724ء تا 743ء) کے زمانہ میں داخل ہوئے۔ مسلمہ بن عبدالملک نے سرحدی قلعہ دربند پر قبضہ کیا تو اس کے بعد مبلغین کے ذریعے داغستان میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔ تیرہویں صدی میں سارا قفقاز منگولوں نے فتح کر لیا۔ 1395ء میں امیر تیمور نے شمالی قفقاز پر چڑھائی کی۔ سولہویں اور سترہویں صدی میں داغستان کا علاقہ ایران کی صفوی حکومت اور ترکی کی عثمانی سلطنت کے درمیان متنازعہ بنا رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ شمال و جنوب کے حملہ آوروں میں سے کوئی بھی اس علاقہ کو مکمل فتح نہ کر سکا' حملہ آور اس علاقہ کو زیادہ سے زیادہ باج گزار ہی بنا سکے۔ سترہویں صدی عیسوی کے دوران داغستانی' ممتاز دانشور شیخ صالح الیمنی (ولادت 1637ء' وفات 1696ء بمقام "آکمہ") کے گرد و پیش جمع ہو گئے' ان کا سب سے نامور شاگرد "کدتلی" کا محمد موسیٰ تھا' جس نے داغستان میں اس کی تعلیمات کی اشاعت کی اور 1708ء میں حلب میں فوت ہوئے۔ سترہویں صدی تک علاقہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہو گئی تھی اور مسلمان طلباء تعلیم حاصل کرنے شام تک جانے لگے تھے۔ عربی داغستان کی علمی زبان بن گئی تھی جسے بعد میں روسیوں نے "انقلاب دشمن" زبان قرار دے دیا۔

1556ء میں استراخان پر قبضہ کے بعد روس نے شمالی قفقاز میں مداخلت شروع کر دی۔ 1594ء اور 1604ء

میں روسیوں کے حملے داغستان، اور قباردی قبائل نے پسپا کر دیئے۔ اٹھارہویں صدی میں پیٹراعظم منصوبہ بندی کے ساتھ آگے بڑھا۔ 20 ہزار غیر مسلم منگول بھی صلیبی فوج میں شامل ہو گئے۔ 1722ء میں دربند پر قبضہ کر لیا اور اگلے سال باکو پر قابض ہو گئے مگر نادر شاہ کی دھمکی سے وہ دریائے تیرک کے جنوب میں تمام مقبوضات سے دستبردار ہو گئے۔ اسی زمانہ میں عثمانی سلطنت نے بھی مداخلت کی اور 1739ء میں معاہدہ بلغراد کے تحت روس نے شمالی قفقاز کی آزادی کو تسلیم کر لیا۔ بحیرہ ازوف اور بحیرہ اسود کے ساحل روسی جہازوں کے لئے ممنوع قرار دے دیئے گئے۔

1762ء میں روس نے آگے بڑھنے کے لئے قلعے بنانے شروع کر دیئے۔ 1774ء میں معاہدہ کوچک کنارجی کے تحت خلافت عثمانیہ نے کریمیا کی آزادی کو تسلیم کر لیا۔ 1777ء میں شمالی قفقاز کے کئی ہزار توغائی قبائل روسیوں نے قتل کر دیئے اور 1783ء میں کریمیا پر قبضہ کر لیا۔

روس کی جارحیت کے خلاف تحریک جہاد برپا کرنے اور شمالی قفقاز کے قبائل کو متحد کرنے کے لئے چیچنیا کے دینی رہنما امام منصورؒ نے اہم کردار ادا کیا۔ مجاہدین نے 1785ء میں انہیں تحریک جہاد کا پہلا امام مقرر کیا۔ ان کی جہادی تحریک جو "تحریک مریدیت" کے نام سے بھی معروف ہے جہاد کے علاوہ تجدید و اصلاح کی تحریک بھی تھی۔ بحیرہ اسود کے کنارے اناپا کے مقام پر لڑائی میں 1791ء میں امام منصورؒ روسیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ روسیوں نے انہیں سینٹ پیٹر برگ کی جیل شلوز لبرگ بھیج دیا اور وہیں جیل میں ہی ان کا 1794ء میں انتقال ہو گیا۔ امام منصورؒ کہا کرتے تھے کہ میرا دور تیاری کا دور ہے۔ میرے بعد آنے والے اس کام کو آگے بڑھائیں گے۔

یہ تحریک تیزی کے ساتھ ابھری تھی مگر علاقے کے زمینداروں نے جہاد کے فیصلہ کن لمحات میں ساتھ نہ دیا اور یہ اپنی توانائی کھو بیٹھی۔ امام کی وفات کے بعد مجاہدین کچھ عرصہ کے لئے زیر زمین چلے گئے۔ یہ عرصہ 30 برسوں پر محیط ہے۔ 1820ء میں یہ تحریک دوبارہ اٹھی۔ صوفی مجاہدوں کی بڑی تعداد سلطنت عثمانیہ سے بھی آئی۔ داغستان کے شیخ محمد آفندیؒ نے جہاد کا اعلان کیا تو ہزاروں سر بکف مجاہدین میدان میں نکل آئے۔ غازی محمدؒ اور امام شاملؒ بھی ان کے مجاہدوں میں شامل تھے۔

یاراغی کے ملا محمد کو تحریک مریدیت کا بانی کہا جا سکتا ہے۔ اس تحریک نے داغستان اور چیچنیا کو جنگ آزادی میں متحد کر دیا تھا مگر وہ پہلا امام نہیں تھا۔ پہلے امام کا اعزاز ملا محمد آف غمیری کو ملا جنہیں "قاضی ملا" بھی کہا جاتا ہے۔ قاضی ملا 1793ء میں غمیری میں پیدا ہوئے۔ شیخ شہید آفندی سے بھی انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ قاضی ملا "غازی محمد" کے نام سے بھی معروف ہیں۔ غازی محمدؒ 17 اکتوبر 1832ء کو شہید ہو گئے تو ان کی جگہ حمزہ بیگ کو امام منتخب کیا گیا جنہیں 1834ء میں مسجد میں قتل کر دیا گیا اس کے بعد آوار قبیلے کے امام شاملؒ کو امام منتخب کیا گیا۔

امام شاملؒ نے مجاہدین کی محدود تعداد کے ساتھ روسیوں کا 25 سال تک مقابلہ کیا۔ 1854ء میں امام شاملؒ کے نمائندے محمد امین نے ترکی اور اس کے اتحادیوں سے کہا کہ ہمارے مجاہدین کھلے میدان میں روسی فوج کا مقابلہ کرنا نہیں جانتے" اگر ہمیں تین ہزار باقاعدہ فوج دے دی جائے تو میں پچاس ہزار مجاہدین میدان میں لے آؤں گا مگر کسی نے اس کی بات نہ سنی۔ 1856ء میں معاہدہ پیرس کے بعد اتحادیوں نے قفقاز کو روس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ حالات امام شاملؒ کے قابو سے باہر ہو گئے۔ روس کا صلیبی لشکر ایک کے بعد دوسرا قلعہ فتح کرتا چلا گیا۔ امام شاملؒ کا صدر مقام ودینو اپریل 1859ء کو امام شاملؒ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح دفاعی جنگ جو 1785ء کو شروع ہوئی تھی 74 سال بعد تقریباً ختم ہو گئی۔ 25 سالہ جہاد کے دوران میں امام شاملؒ کو کئی بار ہزیمت اٹھانا پڑی مگر اس بطل حریت نے ہر بار مجاہدین کو منظم کر کے روسیوں کو نکال باہر کیا۔ آخری معرکے میں مجاہدین نے جرأت و بہادری اور استقامت کی لازوال داستانیں چھوڑی ہیں۔ مجاہدین کی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں نے ہزاروں کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ عورتوں نے بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت کا اعزاز پایا۔

ایک بڑی بغاوت 1877ء میں ہوئی' عبدالرحمٰن آفندی مجاہدین کے کمانڈر تھے جو امام شاملؒ کے نائبوں میں سے تھے۔ انہوں نے سارے داغستان سے روسیوں کو نکال باہر کیا۔ آخر میں بغاوت کچل دی گئی اور عبدالرحمٰن آفندی اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی دے دی گئی۔ مظالم' قتل عام اور ہجرت کے بعد 32 لاکھ میں سے صرف 16 لاکھ افراد رہ گئے۔ 1905ء میں پھر بغاوت ہوئی اور یہ بھی کچل دی گئی۔

فروری 1917ء میں اشتراکی انقلاب آیا تو داغستان کے لوگوں نے 8 مارچ 1917ء کو تمیر خان شوریٰ کے مقام پر اجلاس کر کے کمیٹی بنائی اور عارضی حکومت قائم کرنے کا اعلان کیا۔ اپریل 1917ء میں باکو میں قفقاز کے مسلمانوں کا اجلاس ہوا جس میں داغستان کے لوگوں نے بھی شرکت کی۔ 3 مئی 1917ء کو تیرک قلعہ میں شمالی قفقاز اور داغستان کے نمائندوں کا اجلاس ہوا۔ متحدہ شمالی قفقاز و داغستان کی کمیٹی بنائی گئی جس نے نیم آزادی و خودمختاری جیسے مطالبات پیش کئے۔ روس کے حالات تیزی سے بگڑے۔ شمالی قفقاز کا دوسرا اجلاس جون 1917ء میں اندی کے مقام پر ہوا اور تیسرا 14 ستمبر 1917ء کو تیرک قلعہ میں۔ آزادی کے اعلان کا فیصلہ ہوا اور بنیادی نکات طے کئے گئے۔ مرکزی مجلس عاملہ منتخب ہوئی۔ عبدالحمید چرموئے مجلس عاملہ کے رئیس منتخب ہوئے اور انہیں اختیار دیا گیا کہ مناسب وقت پر آزادی کا اعلان کر دیں۔ انہوں نے 20 نومبر 1917ء کو آزادی کا اعلان کر دیا۔

جنوری 1918ء میں صلیبی کمیونسٹوں نے حملے شروع کر دیئے اور کئی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ مارچ 1918ء میں تیرک قلعہ پر ٹینکوں کے ساتھ حملہ ہوا۔ فوج کی تعداد اور اسلحہ نے فیصلہ کن کردار ادا کیا اور روسی قابض ہو گئے۔ مسلمانوں نے تمیر خان شوریٰ کو مرکز بنایا اس پر بھی روسی قبضہ ہو گیا۔ اب مرکز پہاڑوں میں گونیب کے مقام پر منتقل کر دیا گیا جو امام شاملؒ کا آخری مورچہ تھا۔ 11 مئی 1918ء کو "شمالی قفقاز کی متحدہ جمہوریہ" بنانے کا اعلان کر دیا گیا۔ عبدالحمید چرموئے کو جمہوریہ کا صدر اور حیدر بم ملت کو وزیر خارجہ چنا گیا۔ سلطنت عثمانیہ نے اس حکومت کو تسلیم کر لیا۔ قفقاز پر روس نے بڑا حملہ کر دیا۔ داغستانیوں نے روسی فوج کے تین بڑے ڈویژن تباہ کر دیئے' روسیوں نے داغستان کی آزادی تسلیم کر لینے کا وعدہ کیا مگر اسی دوران میں روسی جنرل دے دیکن نے جنگ شروع کر دی۔ ترکی نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فوج بھیجی۔ اسلامی فوج نے 15 ستمبر کو باکو پر قبضہ کر لیا اور 16 اکتوبر کو دربند بھی آزاد کرا لیا۔ جنرل دے دیکن کی فوج نے شامل قلعہ اور تمیر خان شوریٰ بھی خالی کر دیئے مگر جنگ عظیم اول میں عثمانیوں کو شکست ہو گئی جس سے قفقاز کے حالات بھی بدل گئے۔ تاہم بد ترین صورت حال میں بھی مجاہدین بڑی بے جگری سے لڑے۔

الیگزینڈر بینیگ سن کے مطابق امام نجم الدین 1925ء تک روسیوں سے لڑتے رہے' آخر میں گرفتار ہوئے اور شہید کر دیئے گئے۔ 1928ء' 1934ء' 1940ء اور 1942ء میں بھی قفقاز میں پے درپے بغاوتیں ہوئیں۔ جنگ عظیم دوم کے دوران میں شمالی قفقاز کے مسلمانوں نے ایک بار پھر روسیوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے لیکن ان کی یہ جدوجہد بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی۔

افغان جہاد کے نتیجے میں سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد چیچنیا نے آزادی کی جنگ لڑی تو داغستان میں بھی اس کا اثر ہوا اور وہ بھی آزادی کی جنگ شروع کر چکے ہیں۔

18 اگست 99ء کو روسی فوج نے داغستان کے جنوبی علاقے پر حملہ کیا۔ حملہ کا جواز یہ بتایا گیا کہ "چیچن جنگجوؤں نے گزشتہ روز سرحد پار کر کے بوتلیخ ضلع کے گاؤں انسلتا اور راکھاتا میں مورچے بنانے شروع کر دیئے ہیں۔ علاقے

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

دعوت کے کام کے لئے جماعتی اوصاف

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے افکار سے ماخوذ

جماعتی حیثیت سے کچھ اخلاقی اوصاف کی ضرورت ہے۔ جماعتی نظم کو مستحکم اور کارگر بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ارکانِ جماعت کے درمیان محبت و ہمدردی ہو' آپس میں حسن ظن ہو' بے اعتمادی کی جگہ اعتماد ہو' آپس میں مل کر کام کرنے کی صلاحیت ہو' ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرنے کی عادت ہو' خود آگے بڑھیں اور دوسروں کو اپنے ساتھ آگے بڑھائیں۔ یہ اوصاف ہر جماعتی نظم کے لئے ناگزیر ہیں ورنہ اگر فرداً فرداً لوگ اعلیٰ درجہ کی صفاتِ حسنہ اپنے اندر پیدا کرلیں لیکن منظم و مربوط نہ ہوں۔ آپس میں متعاون نہ ہوں' شانہ سے شانہ ملا کر چل نہ سکیں تو ہم دنیا میں علم بردارانِ باطل کا بال تک بیکا نہیں کرسکتے۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ شخصی حیثیت سے بہترین انسان ہم میں ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ اور آج بھی موجود ہیں اور اگر آج دنیا بھر کو ہم چیلنج دے کر کہیں کہ ایسے لوگ کسی کے پاس نہ ہوں گے تو شاید اس چیلنج کا جواب کسی قوم کی طرف سے نہ دیا جاسکے گا مگر یہ معاملہ صرف انفرادی اصلاح کی حد تک ہے۔ جن لوگوں نے اپنی انفرادی اصلاح میں کمال حاصل کیا ہے انہوں نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ چند سو یا چند ہزار افراد پر اثر پھیلادیا اور تقدس کی چند یادگاریں چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔ یہ طریقہ بڑے کام کرنے کا نہیں ہے۔ بڑے سے بڑا پہلوان جو بھاری بوجھ اٹھانے اور کئی کئی آدمیوں کو کشتی میں پچھاڑنے کی طاقت رکھتا ہو' ایک مربوط رجمنٹ کے مقابلہ میں بالکل بے کار ہے۔ اسی طرح ہم میں سے کچھ لوگوں کی مثال انفرادی تزکیہ کی حیثیت سے اس پہلوان کی سی ہے جو کسی رجمنٹ کا عضو بن کر کام نہیں کرتا بلکہ انفرادی طور پر ایک رجمنٹ کو دعوتِ مبارزت دیتا ہے۔ ہمیں دیکھنا ہو گا کہ جماعتی حیثیت سے کیا کچھ ترک کردینے کے قابل ہے اور اس کی جگہ کیا کیا چیزیں مطلوب ہیں۔

قرآن مجید میں اس مسئلہ پر اصولی حد تک مفصل روشنی ڈالی گئی ہے اور حدیث میں اس اصول کی مکمل تشریحات موجود ہیں۔ پھر سیرتِ نبویؐ اور سیر الصحابہؓ کے مطالعہ سے مطلوبہ اجتماعی اخلاق کے عملی نمونے بھی ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ ان چیزوں کی ورق گردانی کیجئے اور ناپ تول کر دیکھئے کہ کس پہلو سے ہمارے اجتماعی نظم میں کیا اور کتنی کمی ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کی فکر کیجئے۔ صاف بات ہے کہ اجتماعی نظم میں ایک فرد کو دوسرے افراد سے لامحالہ سابقہ پیش آتا ہے۔ اگر حسن ظن' ہمدردی' ایثار اور رواداری نہ ہو تو مزاجوں کا اختلاف تعاون کو چار دن بھی جاری نہیں رہنے دے گا۔ جماعتی نظم چلتا ہی اس اصول پر ہے کہ دوسروں کے لئے آپ اپنا کچھ چھوڑیں اور دوسرے آپ کے لئے کچھ چھوڑیں۔ اس ایثار کی ہمت نہ ہو تو کسی انقلاب کا نام بھی زبان پر نہ لانا چاہیے۔

مجاہد فی سبیل اللہ کے ضروری اوصاف

تیسری قسم کی صفات وہ ہیں جو مجاہد فی سبیل اللہ کے لوازم میں پیش ہوتی ہیں۔ ان کا بھی قرآن و حدیث میں مفصل تذکرہ موجود ہے۔ صرف تذکرہ ہی نہیں' ایک ایک مطلوبہ صفت کی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ وہ کس نوعیت اور کس درجہ کی ہونی چاہئے۔ اس سلسلہ میں احکام و ہدایات کو جمع کیجئے اور سمجھئے کہ مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے کیا کیا تیاریاں کرنی ہیں۔ میں مختصراً ان کی طرف اشارہ کر دینا چاہتا ہوں۔

۱) سب سے پہلی صفت جس پر زور دیا گیا ہے' صبر ہے۔ صبر کے بغیر خدا کی راہ میں کیا کسی راہ میں بھی مجاہدہ نہیں ہو سکتا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ خدا کی راہ میں اور قسم کا صبر مطلوب ہوتا ہے اور دنیا کے لئے مجاہدہ کرتے ہوئے اور قسم کا صبر درکار ہے' بہرحال صبر ہے ناگزیر۔ صبر کے بہت سے پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ جلد بازی سے اجتناب کیا جائے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ کسی راہ میں جدوجہد کرتے ہوئے دشواریوں اور مخالفتوں کے مقابلہ میں استقامت دکھائی جائے اور قدم پیچھے نہ ہٹایا جائے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ کوششوں کا نتیجہ اگر جلدی حاصل نہ ہو تو تب بھی ہمت نہ ہاری جائے اور پیہم سعی جاری رکھی جائے۔ ایک اور پہلو یہ ہے کہ مقصد کی راہ میں بڑے سے بڑے خطرات' نقصانات اور خوف و طمع کے مواقع بھی اگر پیش آ جائیں تو قدم کو لغزش نہ ہونے پائے اور یہ بھی صبر کا ہی ایک شعبہ ہے کہ اشتعالِ جذبات کے سخت سے سخت مواقع پر بھی آدمی اپنے ذہن کا توازن نہ کھوئے' جذبات سے مغلوب ہو کوئی قدم نہ اٹھائے۔ ہمیشہ سکون' صحت عقل اور ٹھنڈی قوت فیصلہ کے ساتھ کام کرے۔ پھر حکم صرف صبر ہی کا نہیں مصابرت کا بھی ہے' یعنی مخالف طاقتیں اپنے باطل مقاصد کے لئے جس صبر کے ساتھ ڈٹ کر سعی کر رہی ہیں اسی صبر کے ساتھ آپ بھی ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں۔ اسی لئے ﴿اصبروا﴾ کے ساتھ ﴿صابروا﴾ کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ جن لوگوں کے مقابلہ میں آپ حق کی علمبرداری کے لئے اٹھنے کا داعیہ رکھتے ہیں ان کے صبر کا اپنے صبر سے موازنہ کیجئے اور سوچئے کہ آپ کے صبر کا کیا تناسب ہے؟ شاید ہم ان کے مقابلہ میں ۱۰ فیصدی کا دعویٰ کرنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔ جب تک ان کے مقابلہ میں ہمارا صبر ۹۵ فیصدی کے تناسب پر نہ پہنچ جائے ان سے کوئی ٹکر لینے کی جرأت نہیں کی جاسکتی۔ جب سروسامان کے لحاظ سے ہم ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تو پھر سروسامان کی کمی کو صبر ہی سے پورا کیا جاسکتا ہے۔

۲) دوسری چیز جو مجاہدہ کا لازمہ ہے' ایثار کی صفت ہے۔ وقت کا ایثار' محنتوں کا ایثار اور مال کا ایثار۔ ایثار کے اعتبار سے بھی باطل کا جھنڈا اٹھانے والی طاقتوں کے مقابلہ میں ہم بہت ہی پیچھے ہیں' حالانکہ بے سروسامانی کی تلافی کے لئے ہمیں ایثار میں بھی ان سے میلوں آگے ہونا چاہئے' مگر یہاں صورت واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص بیس' پچاس' سو اور ہزار روپے ماہانہ تنخواہ کے عوض اپنی پوری صلاحیتیں خود اپنے دشمن کے ہاتھ بیچ دیتا ہے اور اس طرح ہماری قوم کا کارآمد جوہر بے کار ہو جاتا ہے۔ یہ دماغی صلاحیتیں رکھنے والا طبقہ اتنی ہمت نہیں رکھتا کہ ایک بڑی آمدنی کو چھوڑ کر یہاں محض بقدر ضرورت قلیل معاوضہ پر اپنی خدمات پیش کردے۔ پھر فرمائیے کہ اگر یہ لوگ اتنا ایثار بھی نہ کریں گے اور اس راہ میں پتہ مار کر کام نہ کریں گے تو پھر اسلامی تحریک کیسے پھول پھل سکتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی تحریک محض والنٹیروں کے بل پر نہیں چل سکتی۔ جماعتی نظم میں والنٹیروں کو اسی درجہ کی اہمیت حاصل ہے جیسے ایک آدمی کے نظام جسمانی میں ہاتھ اور پاؤں کی ہے۔ یہ ہاتھ اور پاؤں اور دوسرے اعضاء کس کام کے ہو سکتے ہیں اگر ان سے کام لینے کے لئے دھڑکنے والے دل اور دماغ موجود نہ ہوں۔ دوسرے لفظوں میں ہمیں والنٹیروں سے کام لینے کے لئے اعلیٰ درجے کے جنرل چاہئیں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ جن کے پاس دل اور دماغ کی قوتیں ہیں وہ دنیوی ترقیوں کے دلدادہ ہیں اور مارکیٹ میں اسی کی طرف جاتے ہیں جو زیادہ قیمت پیش کرے۔ نصب العین سے ہماری قوم کے بہترین افراد کی وابستگی ابھی اس درجہ کی نہیں

ہے کہ وہ اس کی خاطر اپنے منافع کو بلکہ منافع کے امکانات تک کو قربان کر سکیں۔ اس ایثار کو لے کر اگر آپ یہ توقع کریں کہ وہ مفسدینِ عالم جو روزانہ کروڑوں روپیہ اور لاکھوں جانوں کا ایثار کر رہے ہیں' ہم سے کبھی شکست کھا سکتے ہیں تو یہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

۳) مجاہدہ فی سبیل اللہ کے لئے تیسری صفت دل کی لگن ہے۔ محض دماغی طور پر کسی شخص کا اس تحریک کو سمجھ لینا اور اس پر صرف عقلاً مطمئن ہو جانا' یہ اس راہ میں اقدام کے لئے صرف ایک ابتدائی قدم ہے۔ لیکن اتنے سے تاثر سے کام چل نہیں سکتا۔ یہاں تو اس کی ضرورت ہے کہ دل میں ایک آگ بھڑک اٹھے۔ زیادہ نہیں تو کم از کم اتنی آگ تو شعلہ زن ہو جانی چاہئے جتنی اپنے بچے کو بیمار دیکھ کر ہو جایا کرتی ہے اور آپ کو کھینچ کر ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہے' یا اتنی جتنی گھر میں غلہ نہ پا کر بھڑکتی ہے اور آدمی کو تگ و دو پر مجبور کر دیتی ہے اور چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ سینوں میں وہ جذبہ ہونا چاہئے جو ہر وقت آپ کو اپنے نصب العین کی دھن میں لگائے رکھے' دل و دماغ یکسو کر دے اور توجہات کو اس کام پر ایسا مرکوز کر دے کہ اگر ذاتی یا خانگی یا دوسرے غیر متعلق معاملات کبھی آپ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچیں بھی تو آپ سخت ناگواری کے ساتھ ان کی طرف کھنچیں۔ کوشش کیجئے کہ اپنی ذات کے لئے آپ قوت اور وقت کا کم سے کم حصہ صرف کریں اور آپ کی زیادہ سے زیادہ جدوجہد اپنے مقصد حیات کے لئے ہو۔ جب تک یہ دل کی لگن نہ ہو گی اور آپ ہمہ تن اپنے آپ کو اس کام میں جھونک نہ دیں گے' محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہ بنے گا۔ بیشتر لوگ دماغی طور پر ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن کم لوگ ایسے ملتے ہیں جو دل کی لگن کے ساتھ تن من دھن سے اس کام میں شریک ہوں۔ جہاں دل کی لگن ہوتی ہے وہاں کسی اکسانے والے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس قوت کے ہوتے ہوئے یہ صورت حال کبھی پیدا نہیں ہو سکتی کہ اگر کہیں جماعت کا ایک رکن پیچھے ہٹ گیا یا نقل مقام پر مجبور ہو گیا تو وہاں کا سارا کام ہی چوپٹ ہو گیا۔ بخلاف اس کے پھر تو ہر شخص اس طرح کام کرے گا جس طرح وہ اپنے کو بیمار پا کر کیا کرتا ہے۔

خدانخواستہ اگر آپ کا بچہ بیمار ہو تو آپ اس کی زندگی و موت کے سوال کو بالکلیہ کسی دوسرے پر ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔ ممکن نہیں کہ آپ یہ عذر کر کے اسے اس کے حال پر چھوڑ بیٹھیں کہ کوئی تیمار دار نہیں' کوئی دوا لانے والا نہیں' کوئی ڈاکٹر کے پاس جانے والا نہیں' اگر کوئی نہ ہو تو آپ خود سب کچھ بنیں گے کیونکہ بچہ کسی دوسرے کا نہیں آپ کا اپنا ہے۔ سوتیلا باپ تو بچے کو مرنے کے لئے چھوڑ بھی سکتا ہے مگر حقیقی باپ اپنے جگر کے ٹکڑے کو کیسے چھوڑ دے گا۔ اس کے تو دل میں آگ لگی ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کام سے بھی اگر آپ کا قلبی تعلق ہو تو اس کو آپ دوسروں پر نہیں چھوڑ سکتے اور نہ یہ ممکن ہے کہ دوسرے کی نااہلی' یا غلط روی یا بے توجہی کو بہانہ بنا کر آپ اسے مرجانے دیں اور اپنے دوسرے مشاغل میں جا کر منہمک ہو جائیں' یہ سب باتیں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ خدا کے دین اور اس کی اقامت و سربلندی کے مقصد سے آپ کا رشتہ محض ایک سوتیلا رشتہ ہے۔ حقیقی رشتہ ہو تو آپ میں سے ہر شخص اس راہ میں اپنی جان لڑا کر کام کرے۔ میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ اگر اس راہ میں کم از کم اتنے قلبی لگاؤ کے بغیر قدم بڑھائیں گے جتنا کہ آپ اپنے بیوی بچوں سے رکھتے ہیں تو انجام پسپائی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ بڑے بڑے اقدامات کا نام لینے سے پہلے اپنی قوت قلب کا اور اپنی اخلاقی طاقت کا جائزہ لیجئے اور مجاہدہ فی سبیل اللہ کے لئے جس دل گردے کی ضرورت ہے وہ اپنے اندر پیدا کیجئے۔

۴) چوتھی ضروری صفت اس راہ میں یہ ہے کہ ہمیں مسلسل اور پیہم سعی اور منضبط (Systematic) طریقہ سے کام کرنے کی عادت ہو۔ ایک مدت دراز سے ہماری قوم اس طریق کار کی عادی رہی ہے کہ جو کام ہو کم سے کم وقت میں ہو جائے۔ جو قدم اٹھایا جائے ہنگامہ آرائی اس میں ضرور ہو۔ چاہے مہینہ دو مہینہ میں سب کیا کرایا غارت ہو کر رہ جائے' اس عادت کو ہمیں بدلنا ہے۔ اس کی جگہ بتدریج اور بے ہنگام کام کرنے کی مشقت ہونی چاہئے۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی' جو بجائے خود ضروری ہو' اگر آپ کے سپرد کر دیا جائے تو بغیر کسی نمایاں اور معجل نتیجہ کے اور بغیر کسی داد کے آپ اپنی پوری عمر صبر کے ساتھ اسی کام میں لگا دیں۔

(بشکریہ ترجمان القرآن فروری ۱۹۹۳ء)

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ نواز شریف اور بے نظیر کو تیسری باری نہیں آنے دیں گے۔ (قاضی حسین احمد)

○ محترم قاضی صاحب کے ارادے "خطرناک" لگتے ہیں۔

☆ خوشامدی اور رماشئے ایک ہی سُر میں سب اچھا کا راگ الاپ رہے ہیں۔ (میاں اظہر)

○ وہ اس لئے کہ ساون کے اندھوں کی طرح انہیں بھی ہر طرف "ہرا" ہی نظر آتا ہے۔

☆ نواز شریف کی کرسی ٹوٹنے کی صدائیں صاف سنائی دے رہی ہیں۔ (بے نظیر)

○ حکمران طبقہ کہہ سکتا ہے محترمہ کے کان بج رہے ہیں۔

☆ میاں نواز شریف مرد بحران ہیں۔ (معروف مسلم لیگی رہنما میاں معراج دین)

○ گویا ہر روز نئے سے نیا بحران پیدا کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے!

☆ پاکستان میں طالبان طرز کی حکومت قائم کریں گے۔ (جمعیت علماء اسلام)

○ لگتا ہے جمعیت کے رہنما مستقبل میں ملا عمر کو بھی پاکستان بلانے کا ارادہ رکھتے ہیں!

☆ خلق خدا کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ (شہباز شریف)

○ اسی لئے تو وزیر اعلیٰ کھلی کچہری والی ڈرامے بازی نہیں کرتے۔

☆ دشمن کا غرور خاک میں ملانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (صدر مملکت رفیق تارڑ)

○ صدر صاحب! کارگل کی فتح کو اعلان واشنگٹن کے ذریعے قوم و ملک کی عزت خاک میں ملانے کی "اضافی صلاحیتوں" کا ذکر نہ جانے کیوں بھول گئے ہیں۔

☆ جماعت اسلامی میں وہ رہ گئے ہیں جن کے مفادات ہیں۔ (مولانا نعیم صدیقی)

○ مولانا نعیم صدیقی کو جماعت اسلامی کے "گھر کا بھیدی" ہونے کا اعزاز حاصل ہے لہٰذا.....

سوءِ ظن اور بدگمانی

انتخاب : فرقان دانش خان

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾ (الحجرات : ۱۲)

"اے ایمان والو! گمان سے بچو' کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔"

اس آیت میں معاشرتی بیماریوں میں سے ایک بیماری یہ بتائی گئی ہے! کہ انسان دوسروں کے بارے میں بدگمانی اور بدظنی میں مبتلا ہو۔ پُرامن اور اطمینان بخش معاشرہ وہی ہوتا ہے جس کے افراد ایک دوسرے پر اعتبار کرتے ہوں۔ کسی کو کسی کی نیت پر شبہ نہ ہو' کسی کو کسی کے سلوک اور رویے کے بارے میں کوئی بدگمانی نہ ہو۔ ہر شخص دوسرے کو سازشی' بداندیش اور بدکردار نہ سمجھے اور نہ کسی کا شیشۂ دل کسی دوسرے کے متعلق میلا ہو۔ ایک آدمی کا معاملہ ہو یا ایک گاؤں کا یا ایک شہر یا ایک ملک کے افراد کی بات ہو سب کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم اس طرز عمل' طریق فکر سے بچنے کی کوشش کریں جو ایک دوسرے کے درمیان بدگمانیاں پیدا کرنے کا سبب ہو۔ کیونکہ جب ہر آدمی دوسرے کے متعلق بدگمان ہو گا تو پوری فضا اور ہماری زندگی کا ہر دائرہ اور تعلقات کا ہر زاویہ عدم تحفظ اور عدم اطمینان کا شکار ہو جائے گا' جس میں ہر فرد خود کو غیر محفوظ سمجھے گا۔

بدگمانی ایک ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے ہماری پوری معاشرتی زندگی کا جسم بے روح ہو جاتا ہے۔ یہ مرض وہم کی پیداوار ہوتا ہے۔ اس آیت میں ظن ـــــ بدگمانی کی کثیر اقسام سے بچنے کی ہدایت ہے اور بعض بدگمانیوں کو گناہ کہا گیا۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ظن اور گمان کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے پہلے اس کا احاطہ کیا جائے۔ اس اعتبار سے ظن اور گمان کی دو بڑی اقسام ہیں۔

ا۔ اعتقادی گمان :

ظن کی ایک قسم اعتقادی' نظریاتی اور فکری ہے۔ جس کے تحت بعض لوگ یا اکثر اقوام اس کائنات کے اندر خدا اور بندوں کے درمیان تعلقات' انسانی زندگی کے مقاصد اور انسانی زندگی کے طور و اطوار خود اپنے اپنے گمان اور قیاس آرائیوں کے ذریعہ قائم کر کے اس کی بنیاد پر عقائد اور نظریات کی عمارتیں تعمیر کر کے انہیں کو سچا اور درست سمجھ لیتی ہیں اور اُن کے مقابلے میں آسمانی ہدایات اور قرآنی افکار و نظریات کو جو پیغمبروں کے ذریعے خدا نے اپنی مخلوق کے لئے بھیجے ہیں' انہیں ماننے سے انکار کر دیتی ہیں۔

چنانچہ انسانی عقائد و نظریات پر مبنی نظریات و افکار دنیا کی تباہی و بربادی کا موجب بنے ہوئے ہیں جن سے حضور ﷺ کی بعثت سے لے کر آج تک کشمکش جاری ہے۔ چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی کی اس مسلسل ستیزہ کاری کا یہ نتیجہ ہے کہ آج دنیا کی بڑی طاقتیں اپنے اپنے نظریات کی صداقت کو منوانے کیلئے دوسری اقوام و ملل سے برسرپیکار ہیں۔ امریکہ کا سرمایہ دارانہ نظام ہو یا روس کا اشتراکی نظام' ساری دنیا کو اپنی نظریاتی آویزش میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ ان انسانی ظن و تخمین' قیاس و گمان پر مبنی عقائد کے بارے میں خداوند تعالیٰ سورۃ الانعام میں فرماتے ہیں :

﴿ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ ﴾

زمین پر آباد لوگوں کی اگر تم پیروی کرو گے تو وہ تمہیں خدا کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔ ان لوگوں کا راستہ' نظریاتی و فکری انداز حیات ـــــ محض گمانوں اور قیاس آرائیوں میں اٹکل کے تیر چلانے کا راستہ ہے۔ ان کے تخیلات' فلسفے' نظریئے' قوانین اور زندگی کے افکار و عقائد سب ان کی اپنی قیاس آرائیوں اور ذاتی گمانوں پر مبنی ہیں۔ بخلاف ان کے' خدا کی طرف سے زندگی گزارنے کے طریقے خود خدا کے علم پر مبنی ہیں۔ لہٰذا حق کے طلب گاروں کو یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ دنیا کے بیشتر انسان کس راستہ پر چلتے ہیں بلکہ انہیں ان تعلیمات و ہدایات پر چلنا چاہئے جو خداوند تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اپنی مخلوق کو بتائی ہیں۔

اسی طرح سورۂ یونس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ﴾

"ان میں سے اکثر قومیں یا لوگ اپنے گمان پر مبنی نظریات کی پیروی کرتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حق ـــــ خدا کی ہدایات ـــــ کے مقابلے میں گمان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ بے شک خدا تمہارے سب اعمال سے واقف ہے۔"

انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے افکار' تصنیف کردہ نظریات اور گھڑے ہوئے فلسفوں' جن پر وہ خود چل کر دوسروں پر انہیں ٹھونسنے اور ان پر چلانے کی پُرزور کوشش اور بھرپور جدوجہد کرتے ہیں' وہ آنکھوں دیکھی حقیقتوں کے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اس کی بہترین تصویر کشی اور دوٹوک بات خداوند تعالیٰ نے سورۃ النجم میں یوں بیان فرمائی ہے : ﴿ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴾ "محمد ﷺ جو تمہارے رفیق اور جانے پہچانے دوست ہیں وہ نہ گمراہ ہوئے ہیں اور نہ بھٹکے ہوئے ہیں" : ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ﴾ یہ قرآنی تعلیمات و ہدایات' عبادت الٰہی کے انداز اور زندگی گزارنے کے اطوار انہوں نے اپنی طرف سے نہیں گھڑے' نہ اپنے نفس کی خواہش کے تحت اختیار کئے ہیں بلکہ اُن کے خدا نے وحی کے ذریعے اتارے ہیں۔ اس کی دعوت توحید' آخرت' حشر نشر' اعمال کی جزا کی خبریں کائنات اور انسان کے متعلق حقائق اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے اصول' یہ سب اس کا بنایا ہوا فلسفہ نہیں ہیں بلکہ خدا کی وحی کے ذریعہ سے دیا ہوا علم ہے۔ یہ قرآنی آیات جو سنائی جا رہی ہیں یہ بھی اس کی تصنیف کردہ نہیں ہیں بلکہ خدا کا کلام ہے : ﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴾ یہ علم انہیں ایک فوق البشر ذریعہ سے حاصل ہوا ہے جو زبردست قوت والا ہے' عقل اور فہم و فراست والا ہے اور صاحب حکمت ہے : ﴿ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴾ اب کیا یہ لوگ ایسی باتوں اور ایسے حقائق پر جھگڑ رہے ہیں جنہیں وہ پیغمبر خدا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو حقائق کا جو مشاہدہ روز روشن میں کھلی آنکھوں سے کرایا گیا۔ وہ جن دیویوں' بتوں' لات و عزیٰ و منات کی پرستش کرتے ہیں وہ چند فرضی خداؤں کے نام ہیں جو ان کے باپ دادا نے رکھے ہیں۔ انہیں خداوند تعالیٰ کے حقیقی علم کی سند حاصل نہیں بلکہ ان کے گمان کی پیداوار ہیں اور نفس کی خواہش کا نتیجہ ہیں۔ وہ محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ ان کے نظریات کی عمارت ان کے قیاسات اور گمان کی بنیادوں پر قائم ہے اور گمان کبھی بھی حقیقت نہیں کہلایا جا سکتا : ﴿ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴾۔ پس اے نبیؐ جو لوگ تمہارے مشاہدے پر مبنی تعلیمات کو نہیں مانتے اور میری (خدا) کی دی ہوئی حقیقتوں سے منہ موڑتے ہیں اور دنیا کی زندگی کے سوا "جنہیں میری رضا اور آخرت کی بھلائی" مطلوب نہیں' ایسے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ﴿ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ﴾ "تم نے تو

برے گمان اختیار کر رکھے ہیں اور تم ہلاک ہو جانے والی قوم تھے۔"گویا خدا کی ہدایات اور پیغمبروں کے ذریعہ بھیجی گئی خدائی تعلیمات اور حقائق پر مبنی زندگی گزارنے کے اصول و قوانین ہی قوموں کی سلامتی' امن' سکون اور خوشحالی و ترقی کے اصول و قوانین ہیں۔ اپنے قیاسات اور گمانوں پر استوار نظریات و عقائد انسانوں کی طرح ہی زوال پذیر اور قوموں کو لے ڈوبنے کا موجب ہوتے ہیں جو زمانے کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ بالفاظ دیگر ذاتی گمانوں پر قائم کیئے ہوئے معاشرتی' سماجی' اقتصادی' انتظامی اور حکومتی ڈھانچے قوموں کے زوال اور ہلاکت کا موجب ہیں۔ اس سلسلہ کی سب سے بڑی مثال روس کا اشتراکی نظام ہے۔ انسانی دماغ کے پیداوار اس نظریئے پر استوار نظام حکومت اور نظام زندگی دنیا کے جغرافیے سے نیست و نابود ہوا۔ کیمونزم کے آثار و نشانات والا سوویت یونین کا پرچم سرنگوں ہوا۔ جہاں ایک ملک تھا وہاں اب پندرہ ملک وجود میں آگئے۔ ایک ملک کی حیثیت سے روس' سوویت یونین کے خاتمے پر اپنی نشری تقریر میں روس کے صدر گورباچوف نے اس زوال اور تباہی کی بڑی اہم وجہ یہ بتائی کہ "ہم نے خدا کو نظرانداز کردیا تھا اور اس کے عقل و ہنر کو کچھ نہ سمجھا جو خدا نے ہمیں عطا کئے۔" سوویت یونین کا آغاز خدا کے انکار سے ہوا تھا' اس کا خاتمہ خدا کے اعتراف پر ہوا کہ ہم نے خدا اور اس کی بتائی ہوئی ہدایات کا انکار کرکے غلطی کی تھی۔ یہ جملہ ان تمام تجربوں پر بھاری ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں کیمونزم کے قلعہ اول کے مسمار ہونے پر ہو رہے ہیں۔ تاریخ عالم کی پہلی صدی تھی جب دنیائے انسانیت کے اتنے وسیع حصے نے سرے سے خدا کے وجود کا انکار کرکے کاروبار حیات کو اپنے گمانوں' تخمینوں اور بنائے ہوئے فلسفوں پر چلانے کی کوشش کی تھی اور ان کا ذاتی' ذہنی و فکری بنیاد پر استوار تجربہ بری طرح ناکام ہوا: ﴿وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا﴾ برے گمانوں پر استوار قوم آج زوال کا منہ دیکھ رہی ہے اور سورۂ فتح کی آیات کا یہ مختصر فقرہ اپنی صداقت کا لازوال ثبوت فراہم کر گیا۔ اس تجربے کی ناکامی دنیا بھر کے بھٹکے ہوئے انسانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دے گی کہ اصل طرز حیات اور نظام حیات وہی ہے جو انسانوں اور جہانوں کے خالق نے انسانوں کے لئے پسند فرمایا اور بھیجا ہے۔ شاید سوویت یونین کا زوال انسانوں کو خدائے واحد کے دائرہ عبدیت میں واپس لانے کا موجب بن جائے۔ خدا پر ایمان لانے کے معاملے میں ایک قوم کی بازیافت ان کروڑوں انسانوں کو بھی بے یقینی کے دھندلکے سے نکال کر تنویر ایمان سے فیض یاب کر دے جو فیشن' آزادی خیالی اور اپنے ذاتی ظن و گمان کے فکری بحران کے تحت عبدیت سے سرکشی کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔ (جاری ہے)

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۱۰ تا ۱۶ ستمبر ۹۹ء

طالبان کے خلاف اقتصادی پابندیاں مؤثر بنانے کیلئے امریکہ کا روس سے رابطہ

امریکہ نے طالبان کے خلاف اقتصادی پابندیوں کے اعلان کو مزید موثر بنانے کے لئے روس اور اقوام متحدہ سے رابطے شروع کردیئے ہیں۔ اس سلسلے میں امریکی وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ ان روابط کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے جو پابندیاں عائد کی تھیں ان کو مزید موثر کیا جاسکے۔ اقوام متحدہ میں امریکہ جب یہ قرارداد پیش کرے گا تو جن پانچ ممالک کو ویٹو کا حق ہے ان میں سے چار تو بہرحال طالبان کے خلاف ووٹ دیں گے' لیکن چین کے بارے میں یہ خیال کیا جارہا ہے کہ شاید وہ امریکہ کی قرارداد کو مسترد کردے۔ لیکن چین کو چونکہ اپنے صوبہ سنکیانگ میں اسلامی تحریک ابھرنے کا خدشہ ہے تاہم یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ چین اسے مسترد ہی کرے گا۔

قانونی طور پر آنے والوں کی حفاظت امارت اسلامیہ کا فرض ہے

نائب سرپرست نگران کونسل اور گورنر ننگرہار مولوی عبدالکبیر نے اقوام متحدہ کی طرف سے متعین کردہ مہاجرین امور کے سربراہ نبیل لکی اور اقوام متحدہ کی طرف سے امن عامہ کے اہلکاروں کو اپنے دفتر میں بلا کر انہیں مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ مولوی عبدالکبیر نے کہا کہ جو شخص قانونی طور پر افغانستان میں داخل ہوگا اس کی ہر قسم کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اور ان افراد کو بھی چاہیئے کہ وہ اسلامی امارت کے قوانین کو ملحوظ رکھیں۔ ہم تمام مسائل مفاہمت سے حل کرنا چاہتے ہیں اور ان کی انجام دہی میں اسلامی امارت کے اصولوں کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

مسعود شمالی عوام کا دشمن اور کافروں کا آلہ کار ہے ○ عوامی رائے

پنج شیر کے دہانے پر واقع ضلع جبل السراج سے تعلق رکھنے والے ایک شخص شمشیر نے ضرب مومن سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ مسعود شمالی علاقہ جات کے لوگوں کا سخت دشمن ہے اور روس اور کفریہ قوتوں کا آلۂ کار ہے۔ اس کی وجہ سے شمالی علاقوں کے لوگ سخت مشکلات سے دوچار ہیں اور موت سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ باغی کمانڈر احمد شاہ مسعود نے لوگوں کو یرغمال بنا رکھا ہے اور اب شمال کے لوگوں میں مسعود کے خلاف سخت تلخی اور غصہ پایا جاتا ہے۔

کابل سمیت پورے ملک میں ٹریفک کا نظام بحال ہو چکا ہے ○ ملا اسد اللہ فرید

کابل سمیت پورے ملک میں نہ صرف ٹریفک کا نظام مکمل طور پر بحال ہوگیا ہے بلکہ ٹریفک حادثات میں بھی خاطرخواہ کمی واقع ہوئی ہے۔ ٹریفک پولیس کے مرکزی ادارے کے نائب ملا اسد اللہ فرید نے کہا کہ ٹریفک کے مرکزی اور صوبائی اداروں میں قانون کی بالادستی ہے اور کوئی بھی قانون شکن ہماری گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ ٹریفک پولیس کی اخلاقی اور دینی تربیت کے لئے ہم نے خصوصی انتظام کیا ہوا ہے۔

ہماری عزت اور سربلندی جہاد اور شرعی نظام میں ہے ○ ملا عبدالمنان

صوبہ کابل کے گورنر اور صوبہ قندوز میں امارت اسلامی کے نمائندے ملا عبدالمنان نیازی نے کہا کہ الحمد للہ صوبہ قندوز کے تمام محاذوں پر مجاہدین دینی جذبے اور اسلامی دلولے کے ساتھ مصروف عمل ہیں اور ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا نہ صرف صوبہ قندوز بلکہ صوبہ تخار کے مشہور کمانڈر بھی اسلامی امارت کے ساتھ شامل ہیں اور باغیوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ چند شریر اور بدنام افراد کی وجہ سے صوبہ تخار اور بعض شمالی علاقوں میں ہمارے مسلمان ہم وطن ظلم و تشدد کی بناء پر مصائب و آلام کی زندگی گزار رہے ہیں۔ قندوز کے لوگ ہر لحاظ سے خود کفیل ہو گئے ہیں۔ وہاں کی زمین انتہائی زرخیز ہے اور لوگ نہ صرف اپنی ضروریات خود پوری کرسکتے ہیں بلکہ وہاں باغیوں کے علاقے میں آنے والے مہاجرین کے ساتھ بھرپور تعاون بھی کیا جاتا ہے۔ ملا عبدالمنان نیازی نے مزید کہا کہ ہماری عزت اور سربلندی جہاد اور شرعی نظام کے نفاذ میں ہے۔ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ باغیوں کا قلع قمع ہو جائے گا اور ملک کا باقی ماندہ حصہ بھی اسلامی پرچم کے سائے تلے آجائے گا۔

کاروان خلافت منزل بہ منزل

تنظیم اسلامی کراچی ضلع شرقی ۲ کا ایک روزہ پروگرام

کراچی ضلع شرقی نمبر ۲ کے ایک روزہ پروگرام کے لئے ہر مہینہ کا تیسرا اتوار مختص ہے۔ ۱۴ اگست کی رات عشاء کی نماز کے بعد رفقاء تنظیم کے دفتر ملاوام اپار ٹمنٹس شارع فیصل میں جمع ہوئے۔ "نماز میں خشوع اختیار کرنے کے عملی طریقوں" پر مشتمل پہلا پروگرام ہوا جس میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمازوں کی کیفیت کا تفصیلی تذکرہ ہوا۔ رفقاء پر سمجھ کر نماز پڑھنے کی اہمیت واضح کی گئی۔

نماز فجر سے قبل نماز باجماعت کے حوالے سے مزید تذکیر کا اہتمام کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد سورۂ قیامہ کا درس ہوا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کے لئے یاددہانی کرائی گئی۔ آرام اور ناشتہ کے بعد سورۂ کہف کے پہلے رکوع کا ترجمہ اور تفسیر عثمانی سے شرح کا مطالعہ کیا گیا تاکہ رفقاء حلقہ سندھ کے تحت ماہانہ شب بسری پروگرام میں اس رکوع سے متعلق سوالات کی تیاری کر سکیں۔ اس کے بعد مختلف دعوتی و تنظیمی امور سے متعلق تفصیلی مشورہ ہوا اور رفتار کار بہتر بنانے کے لئے اقدامات پر اتفاق رائے سے فیصلے کئے گئے۔ طے پایا کہ ہر نقیب اسرہ اپنی سہولت کے مطابق دن اور وقت طے کر کے ہفتہ وار تنظیمی اجتماع منعقد کرے گا جس میں معمول کے تنظیمی پروگراموں کے علاوہ منتخب نصاب کا حفظ' نماز کا ترجمہ' قرآن مجید کے ایک رکوع کا ترجمہ اور دعاؤں کے مذاکرہ کا خصوصی اہتمام کیا جائے گا۔ اس کے لئے ہر رفیق اچھی طرح تیاری کر کے آئے گا۔ نیز سعود آباد اور پی آئی اے کالونی کے علاقوں میں ماہانہ دعوتی پروگراموں کے آغاز کا فیصلہ ہوا۔

نماز ظہر سے قبل رفقاء کو دس بنیادی فرائض کی یاددہانی نظام العمل کے حوالے سے کرائی گئی۔ ہر فرض کو ایک متعین عنوان دیا گیا۔ ان عنوانات کے ذریعے ہر رفیق ان فرائض کو زبانی یاد کرنے اور انہیں دہرانے کے قابل ہو گیا۔

چار بجے سہ پہر "تکبر اور اس کے نقصانات" پر قرآن و حدیث کی روشنی میں گفتگو ہوئی۔ اس مرض کی علامات کا تفصیلی تذکرہ ہوا اور علاج کے اقدامات بھی بیان ہوئے۔ اس سلسلے میں دعائے نبوی ﷺ کو تمام رفقاء نے یاد کیا۔ ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا)) "اے اللہ مجھے زیادہ صبر کرنے والا اور بہت زیادہ شکر کرنے والا بنا دے۔ اے اللہ مجھے اپنی نگاہوں میں چھوٹا اور لوگوں کی نگاہوں میں بڑا بنادے۔"

نماز مغرب کے بعد سورۂ بقرۃ کی آیات ۱۵۳ تا ۱۶۲ پر مشتمل درس قرآن ہوا جس میں رفقاء کے علاوہ دس احباب نے بھی شرکت کی۔ (رپورٹ : محمد یامین)

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں

اسرہ والٹن کے ملتزم رفیق جناب حبیب الرحمٰن قریشی نے اپنی رہائش گاہ پر دعوت رجوع الی القرآن کے حوالے سے ایک پروگرام شروع کیا' جس کی نوعیت دعوتی و تعلیمی ہے۔ یہ پروگرام ایک گھنٹہ روزانہ بعد نماز فجر ہوتا ہے جس میں اوسطاً ۲۰ احباب شریک ہوتے ہیں۔ جناب حبیب الرحمٰن قریشی اپنے مخصوص انداز میں قرآن مجید کو نہ صرف ناظرہ تجوید کے ساتھ پڑھاتے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ لفظی ترجمہ اور عربی گرائمر کے قواعد بھی حاضرین کو ذہن نشین کراتے جاتے ہیں۔ اور پھر آخر میں ان آیات کی مختصر تشریح بھی کی جاتی ہے۔ حبیب الرحمٰن قریشی صاحب کی مساعی واقعتاً قابل قدر و قابل تقلید ہیں۔ کیونکہ جب تک ہم خود عملاً قرآن کے داعی و معلم نہیں بن جاتے اس وقت تک دعوت رجوع الی القرآن اور اس کے نتیجے میں برپا ہونے والا انقلاب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عملاً قرآن کا داعی و عامل بنائے۔ (رپورٹ : قرۃ العین)

میاندم (سوات) میں خصوصی تربیت گاہ برائے ملتزم رفقاء

اقامت دین کی جدوجہد فرض عین ہے۔ اس جدوجہد میں جان و مال اور وقت کھپانے سے ہی ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ یہ راستہ بڑا کٹھن ہے۔ اور اس کے لئے مضبوط ایمان کی ضرورت ہے۔ جب تک شعوری ایمان نہیں ہو گا' بہت مشکل ہے کہ ان راہوں پر کوئی چل سکے۔ اقامت دین کی جدوجہد کی فرضیت کو تازہ کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً تنظیم اسلامی تربیت گاہوں کا اہتمام کرتی رہتی ہے' تاکہ مسلمان شعوری طور پر اس کو فرض سمجھیں۔ اور اس کے لئے کوشش کریں۔ ۱۵ اگست ۹۹ء کو ایسی ہی ایک خصوصی ملتزم تربیت گاہ برائے ذمہ داران تنظیم میاندم (صوبہ سرحد) میں ہوئی۔ جس میں مختلف علاقوں سے آئے ہوئے ۱۴ ساتھیوں نے شرکت کی۔ حلقہ سرحد سے ۶ رفقاء پنجاب شمالی سے ۵ رفقاء اور حلقہ لاہور ڈویژن سے ۳ رفقاء شریک ہوئے۔ اس تربیت گاہ میں درج ذیل پروگرام بذریعہ ویڈیو دکھائے گئے۔

۱) "اسلام کا انقلابی فکر اور اس سے انحراف کی راہیں"
۲) "علامہ اقبال اور ہم" : امیر محترم
۳) "موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کا کردار" : ڈاکٹر احمد افضال
۴) "حقیقت نفاق" : امیر محترم
۵) "بحالات موجودہ مسلمانانِ پاکستان کے لئے قرآن حکیم کی عملی راہنمائی" : امیر محترم

درج ذیل موضوعات پر معلمین نے براہ راست لیکچر دیئے :

۱) دین میں تقویٰ کا مقام / تقویٰ کا ایمان سے تعلق : محترم عاکف سعید صاحب
۲) فکر آخرت "دنیوی زندگی اور اخروی زندگی کا موازنہ قرآن و حدیث کی روشنی میں" : محترم عاکف سعید صاحب
۳) تذکیر بالقرآن "سورۃ الملک کی ترجمانی" : محترم عاکف سعید صاحب
۴) "منصب قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کیوں؟" : محترم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب
۵) "جہاد بالقرآن" : محترم مختار حسین فاروق صاحب
۶) مذاکرہ "فرائض دینی کا جامع تصور" : محترم مختار حسین فاروقی صاحب
۷) "ایمان کے تقاضے اور ثمرات" : ناظم تربیت محترم رحمت اللہ بٹر صاحب
۸) "حقیقت و اقسام علم" : ناظم تربیت محترم رحمت اللہ بٹر صاحب
۹) "تزکیہ نفس" : ناظم تربیت محترم رحمت اللہ بٹر صاحب
۱۰) تذکیر بالقرآن' سورۃ الواقعہ کی ترجمانی۔ سورۃ الدھر' سورۃ المطففین : ناظم تربیت محترم رحمت اللہ بٹر صاحب
۱۱) "دعوت" : محترم رشید ارشد صاحب
۱۲) "نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام" : محترم رشید ارشد صاحب
۱) "منہج انقلاب نبوی" : محترم رشید ارشد صاحب

اس تربیت گاہ میں فجر سے پہلے محترم رحمت اللہ بٹر صاحب' آداب زندگی' چوبیس گھنٹے کے معمولات میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی' آداب و مسائل' مختلف دعاؤں کا تذکرہ کرتے۔ بعد نماز فجر درس قرآن مجید ہوتا جس میں مختلف سورتوں کی تلاوت و ترجمہ کا فریضہ انجام دیا جاتا۔ اور تذکیر بالقرآن کی جاتی تھی۔ آرام اور ناشتے کے بعد مختلف عنوانات پر لیکچرز دیئے جاتے' جن کے ذریعے سے دین کے مختلف گوشوں کو نمایاں کیا جاتا اور عملی پہلوؤں سے متعلق رہنمائی دی جاتی۔ یہ پروگرام نماز ظہر تک ہوتا۔ پھر بعد عصر سوالات کے جوابات' تعارف اور مذاکرے وغیرہ ہوتے۔ پھر مغرب سے عشاء تک لیکچرز ہوتے۔ تربیت گاہ کے شرکاء نے ان پروگراموں سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ نوٹس لئے اور آپس میں مختلف پہلوؤں سے اقامت دین کی جدوجہد کی فرضیت کے تصور کو عام کرنے کے لئے مشورے کئے۔ رفقاء کرام کا آپس میں برتاؤ رحماء بینھم کی عملی تصویر

تھا۔ میانڈم کے خوبصورت علاقے میں "روح کی بیداری" کے اس خوبصورت پروگرام کو سب نے بے حد سراہا۔ ان پروگراموں کی خاص بات میجر(ر) فتح محمد، محترم ڈاکٹر محمد اقبال صافی صاحبان اور دیگر ساتھیوں کا پرخلوص تعاون تھا، رفقاء کو ہر ممکن آرام پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو بہترین جزائے خیر دے۔ اور آئندہ بھی اس طرح کے پروگراموں کو منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تمام اساتذہ کرام کا رویہ، پڑھانے اور بات سمجھانے کا انداز مثالی تھا۔ ناظم تربیت محترم رحمت اللہ بٹر صاحب کی اس عمر میں اتنی ان تھک محنت جہاں ان شاء اللہ ان کے بلند درجات کا سبب ہوگی، وہیں ہم جیسے دوسرے نوجوانوں کے لئے حجت ہے کہ ہم اپنی جوانیوں کو اقامت دین کی جدوجہد میں صرف کریں۔ رب رحیم ہمیں اخلاص کے ساتھ مزید اس طرح کے کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

(مرتب : حافظ شفیق احمد)

تنظیم اسلامی میرپور کے زیر اہتمام
شب بسری پروگرام

جو قومیں اپنی اہم اقدار و فرائض بھول جاتی ہیں وہ پہلے تو ذلیل و رسوا ہوتی ہیں، اگر پھر بھی نہ سنبھلیں اور تاریخ سے سبق حاصل نہ کریں تو وہ حرف غلط کی طرح مٹ جایا کرتی ہیں۔ آج ہمارا بھی یہی قومی المیہ ہے کہ ہم نے اسلام کو بطور دین نہیں بلکہ مذہب کے طور پر اپنایا ہوا ہے۔ اسلام تو ایک متحرک دین ہے اور غلبہ چاہتا ہے۔ اسلام کے علمبرداروں پر جمود نہیں بلکہ وہ اپنے عمل سے ایک ناقابل فراموش تحریکی تاریخ رقم کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان کے علم میں ہونا چاہئے کہ اسے پہلے فرض کے طور پر ارکان اسلام کی باحسن طریق پابندی کرنی ہے۔ دوسرے فرض کے طور پر دعوت دین کو نماز روزہ کی طرح فرض سمجھتے ہوئے ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے اور تیسرا فرض اقامت دین کی جدوجہد کے سلسلہ میں تن من دھن لگانے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ ان تینوں فرائض کی ادائیگی میں پاکستان کی ترقی کا راز مضمر ہے اور ہماری پستی کا علاج ممکن ہے۔ لیکن یہ کام کیسے ہو اور اس کے لئے کون کون سے مرحلے طے کرنے ہیں۔ لوگوں کو یہ سمجھانے کے لئے تنظیم اسلامی سرگرداں ہے۔

مورخہ ۲۵ اگست کو اسی سلسلہ میں تنظیم اسلامی میرپور کے زیر اہتمام جی دارالسلام کے مقام پر شب بسری پروگرام ہوا۔ جس میں محترم شمس الحق اعوان ناظم حلقہ شمالی پنجاب بھی شریک تھے۔ انہوں نے نماز عصر کے بعد سورۃ الاعراف کی ابتدائی آیات کا مختصر سا درس دیا۔ آپ نے دعوت اور رسولوں کے کام کے حوالے سے فرمایا جب تک انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری تھا دعوت دین ان اور ان کے انصار کا کام تھا۔ لیکن جب سے نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہوا تو دعوت دین کی ذمہ داری اس امت کا فریضہ ٹھہری۔ اب قیامت تک اس خیر کو بانٹنا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ ایسا فریضہ ہے جو کسی بھی صورت میں معاف نہیں۔ نماز مغرب کے بعد سید محمد آزاد صاحب، مقامی امیر نے درس حدیث دیا۔ آپ نے قول و فعل کے تضاد کی مذمت میں مختلف آیات قرآنیہ اور احادیث کا حوالہ دیا۔ مزید فرمایا کہ کسی بھی برائی پر اس کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرنا فرض ہے۔ یہ ممکن نہ ہو تو زبان کو حرکت میں لا کر اس برائی کے خلاف جہاد کرنا ہے اور اگر زبان پر بھی پہرے بٹھا دیئے گئے ہوں تو دل سے برا جانتے ہوئے اس برائی سے نفرت کرنی ہے، اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔ آپ نے ایک حدیث کے حوالہ سے مزید فرمایا کہ روز قیامت ابن آدم کے قدم میدان حشر سے اس وقت تک نہ ہلیں گے جب تک پانچ باتوں کا جواب نہ دے دے کہ زندگی کیسے گزاری، خاص طور پر جوانی میں کیا کیا، مال کہاں سے کمایا تھا کہاں خرچ کیا تھا، علم کتنا حاصل کیا اور اس پر عمل کتنا کیا۔ یہ بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ اس کو آسان کرنے کے لئے اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور پورا پرچہ آؤٹ کر دیا۔ اگر اب بھی ہم اس امتحان کی تیاری کر کے سرخرو نہ ہوں تو یہ ہماری بدبختی ہوگی۔

اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ویڈیو کیسٹ دیکھا گیا۔ جو سورۃ الصف کی ابتدائی آیات پر مشتمل تھا۔ نماز عشاء کے بعد محترم شمس الحق اعوان صاحب نے رفقاء کے معاملات اور معمولات کا جائزہ لیا۔ یہ سیشن دو طرفہ تھا۔ رفقاء سے فرداً فرداً گفتگو ہوئی۔ گیارہ بجے کے لگ بھگ یہ پروگرام بھی دعا کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا۔ صبح ساڑھے تین بجے رفقاء بیدار ہوئے۔ انفرادی طور پر نوافل کا اہتمام کیا گیا اور قرآن کی تلاوت ہوئی۔ نماز فجر کے بعد مختصر ہدایات دی گئیں۔ ناشتے پر دعاؤں کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ : غلام سلطان)

بقیہ : عالم اسلام

کے مسلمانوں نے ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ روسیوں کا پہلا حملہ گن شپ ہیلی کاپٹروں کا تھا جبکہ دوسرے دن ٹینکوں اور توپخانے سے حملہ کیا۔

تادم تحریر(26 اگست) روس نے سات سو سے زیادہ مجاہدین شہید کرنے کا دعویٰ کیا ہے جبکہ مجاہدین کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سے زیادہ روسی ہلاک اور 8 ہیلی کاپٹر تباہ کئے ہیں اور کئی فوجیوں کے علاوہ ایک جنرل بھی گرفتار کیا ہے۔ خبروں کے مطابق اب تک مجاہدین روس کے دو اسلحہ ڈپو بھی تباہ کر چکے ہیں۔ 17 اگست کی خبروں کے مطابق مجاہدین کے زیر قبضہ دیہات کی تعداد 15 ہو گئی تھی۔ لڑائی جو داغستان کے جنوبی حصے میں شروع ہوئی تھی شمالی حصے میں بھی پھیل گئی ہے۔ روس کے چیف آف آرمی سٹاف نے اعلان کیا تھا کہ وہ مجاہدین کی تحریک آزادی کو ایک ہفتے میں کچل دے گا مگر اب دیگر کئی جرنیلوں کا کہنا ہے کہ کئی ماہ لگیں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ قفقاز میں جب بھی کوئی بغاوت ہوئی ہے اسے کچلنے میں طویل عرصہ ہی لگا ہے۔

ادھر مسلمانوں کے ازلی دشمن بھارت اور اسرائیل نے مجاہدین کے خلاف روس کو امداد کی پیش کش کی ہے۔ آخری اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے اپنی حکمت عملی کے تحت اپنے زیر قبضہ دیہات خالی کر دیئے ہیں اور نئے حملوں کی تیاری کے لئے اپنے محفوظ ٹھکانوں پر چلے گئے ہیں۔ روس نے اسے اپنی کامیابی قرار دیا ہے مگر ٹھکانے بدلنا تو گوریلا جنگ کا حصہ ہوتا ہے۔ داغستان کی لڑائی کی خاص بات یہ ہے کہ مغربی ردعمل روس نواز رہا ہے اور مغربی ذرائع ابلاغ نے بھی روسی کارروائی کی حمایت کی ہے۔

داغستان میں مجاہدین کی کامیابی یا ناکامی کا اندازہ لگانا فی الحال مشکل ہے کیونکہ مجاہدین کی تعداد زیادہ نہیں ہے اور داغستان میں چیچنیا کی طرح کوئی پرجوش عوامی بغاوت کی اطلاعات بھی نہیں ہیں۔ کامیابی کے لئے داغستان کی قوموں کے اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔

اعلان داخلہ

دُنیاوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

ایک منفرد، معیاری، مثالی درس گاہ (لاہور بورڈ سے الحاق شدہ)

بی اے سالِ اول میں داخلے شروع ہیں!

✪ لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں تمام جدید سہولتوں سے آراستہ وسیع و عریض بلڈنگ ✪ جدید کمپیوٹر لیب ✪ اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کی ٹیم

مزید معلومات کیلئے پراسپکٹس حاصل کریں یا کالج آفس سے رابطہ کریں

پرنسپل کالج فون نمبر: 5860024-5833637

نگران و سرپرست : ڈاکٹر اسرار احمد زیر انتظام : مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8' شمارہ 36
سالانہ زرِ تعاون - /175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ' لاہور
مقامِ اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

معاونین برائے ادارت:
○ فرقان دانش خان ○ مرزا ایوب بیگ
○ نعیم اختر عدنان ○ سردار اعوان
نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین

قائد اعظم کی عہد آفریں شخصیت اور موجودہ پاکستان

لمحۂ فکریہ

تحریر: مرزا ایوب بیگ

۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو جناح پونجا کے گھر میں جنم لینے والے محمد علی جناح ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائد اعظم بن کر اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اِناللہ واِنااِلیہ راجعون۔ صالح کردار کے حامل امت مسلمہ کے اس بطل جلیل نے حق گوئی اور راست بازی کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر گاندھی کے مکرو فریب اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی دروغ گوئی کا انتہائی کامیابی سے مقابلہ کیا اور مسلمانانِ برصغیر کا ایسی خوبصورتی سے دفاع کیا کہ اپنے ہی نہیں بیگانے بھی' بلکہ صحیح تر الفاظ میں دشمن بھی داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ وجے لکشمی پنڈت کے اس قول نے بڑی شہرت پائی ہے کہ اگر مسلم لیگ میں ۱۰۰ گاندھی اور ۲۰۰ ابوالکلام ہوتے لیکن کانگریس میں ایک محمد علی جناح ہوتے تو برصغیر تقسیم نہ ہوتا۔ غیر مسلم دانشوروں کی ایک طویل فہرست ہے جو ان کے تدبر' علم و فراست' دور بینی' سیاسی دور اندیشی' سچے اور درست موقف پر استقامت جیسے اوصاف حمیدہ کے قائل ہیں اور ریانگ دل اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن قائد اعظم کے بدترین دشمن تھے۔ انہوں بی بی سی کو اپنی زندگی کا آخری انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

"لیڈی ماؤنٹ بیٹن وفات پا کر یسوع مسیح کے پاس پہنچ چکی ہیں۔ میں بھی بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میرا آخری وقت اب دور نہیں' اب جی چاہتا ہے کہ سچ بولوں۔ میں نے دنیا کے اکثر و بیشتر حاکموں اور سیاستدانوں کو دیکھا ہے مگر میں نے جناح جیسا کھرا اور راست رو کسی کو نہیں پایا۔ مسٹر جناح بہت ہی ذہین شخص تھے۔ ہم نے اگر کبھی چاہا کہ کوئی لفظی کھیل کھیل کر یہ یا وہ نکتہ لپیٹ کر پیش کر دیں تو اُن کی نظر فوراً اسی نکتے پر پڑتی تھی جسے ہم چھپانا چاہتے تھے۔ مجھے اپنی انگریزی زبان پر ناز تھا اور یہ بات عیاں ہے کہ مسٹر جناح کی مادری زبان انگریزی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود میں اعتراف کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے انگریزی زبان پر بھی شکست دی۔ تقسیم برعظیم ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ ہم تقسیم نہیں چاہتے تھے مگر حالات نے وہاں لا کر کھڑا کر دیا۔ ایک شخص واحد کی جنبش سر پر فیصلے کا انحصار تھا۔ وہ برعظیم کو متحد رکھنے کے حق میں سر کو جنبش دے دیتا تو برعظیم متحد رہتا' لیکن اُس نے تقسیم کے حق میں سر کو جنبش دی لہٰذا تقسیم کے سوا چارہ نہیں تھا"۔

اپنوں میں بہترین خراجِ عقیدت ڈاکٹر صفدر محمود نے قائد کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تین صفات میں سے کوئی ایک صفت رکھنے والا شخص لیڈر کہلانے کا حقدار ہے (i) جو تاریخ کا رخ بدل دے (ii) جو کسی علاقے کا جغرافیہ بدل دے (iii) جو کسی نظریئے کی بنیاد پر مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ حیرانی کی بات ہے کہ قائد اعظم میں یہ تینوں صفات بیک وقت موجود تھیں۔ انہوں نے تاریخ کا رخ بدل دیا۔ انہوں نے جنوبی ایشیا کا نقشہ بدل دیا اور نظریئے کی بنیاد پر مملکت کے قیام کا معجزہ کر دکھایا۔

قائد اعظم ایک سلیم الفطرت انسان تھے۔ وہ سچ بولتے تھے اور جھوٹ سے شدید نفرت کرتے تھے۔ جن لوگوں کو ان کی تنہائیوں میں جھانکنے کا موقع ملا' انہوں نے انہیں اللہ کے حضور جھکتے اور گڑگڑاتے بھی پایا ہے' لیکن اس سب کچھ کے باوجود قائد اعظم کسی بھی طرح معروف معنی میں ایک مذہبی شخصیت نہیں تھے۔ اُن کی زندگی میں ارکانِ اسلام کی پابندی بظاہر نظر نہیں آتی تھی۔ اُن کے طرز عمل سے مذہب کے لئے بے پناہ احترام تو جھلکتا تھا لیکن انہوں نے کبھی حالات کے جبر کے تحت بھی مذہب کا لبادہ اوڑھنے کی کوشش نہ کی۔ وہ منافقت سے نفرت کرتے تھے۔ یہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں جو حقیقی اسلامی نظام کی طرف پیش رفت نہیں ہو سکی تو کیا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پاکستان کی تعمیر ہی میں یہ خرابی مضمر تھی کہ اُس کے بانی اور مؤسس کا عملی اسلام سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں تھا' لیکن اس سوال کے جواب میں دو مزید سوال ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ قائد اعظم کا جمہوریت میں ایمان اور آئینی حدود میں جدوجہد کرنے کا طرز عمل تو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ پھر آخر یہ قوم اور اس کے لیڈر اس صفت سے کیوں تہی دامن ہیں؟ دوسرا یہ کہ وہ منافقت جس سے شدید ترین نفرت قائد اعظم کی سیاسی اور نجی زندگی میں قدم قدم پر نظر آتی ہے' آج قوم اور لیڈر دونوں کا پیرہن کیوں بن چکی ہے؟

راقم الحروف کے لئے یہ مسئلہ بھی لاینحل بن چکا ہے کہ ہمارے وہ روایتی علماء جو تقسیم سے پہلے بھی اور آج بھی اسلام کو اپنے گھر کی لونڈی سمجھتے ہیں' وہ جو سنت رسولؐ کے کسٹوڈین ہونے کے دعوے دار ہیں' وہ یہ کہتے اور سمجھتے ہوئے بھی کہ پاکستان کی تباہی و بربادی اب نوشتہ دیوار ہے' آخر رجوع الی اللہ کی دہائی کیوں نہیں دے رہے' وہ توبۃ النصوح کی پکار کیوں نہیں لگا رہے؟ وہ پاکستان میں حقیقی اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں منہج رسولؐ پر سرسری نگاہ ڈالنے پر بھی تیار نہیں؟ اس خدشے سے جسم و جان کانپ رہی ہے کہ کہیں تقدیر اپنا اٹل فیصلہ تو نہیں سنا چکی' ہماری گمراہی اور ضلالت پر مہر تصدیق تو نہیں ثبت ہو گئی۔ ہمیں اندھا' بہرا اور گونگا قرار دے کر واپسی کے راستے بند تو نہیں ہو چکے۔ راہِ حق کو پہچاننے کی توفیق تو نہیں سلب ہو گئی۔ وہ رحیم و کریم تو ہے' لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ ان پونے چودہ کروڑ کے لئے بھی جو جھولی پھیلا پھیلا کر اس گلے سڑے اور بدبودار نظام کے خاتمے کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں' وہ اس دجالی نظام کا فوری خاتمہ چاہتے ہیں جس میں قانون کی بھی ایک آنکھ ہے۔ اور وہ ناپ تول کر اور جیبیں ٹٹول کر فیصلے دیتا ہے' اس کی رحمت جوش کیوں نہیں مار رہی! اصل بات یہ ہے کہ یہ ہمارے اجتماعی جرائم کی سزا ہے جو عذاب کی صورت میں ہم پر مسلط ہے جس کا ازالہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم پاکستان کو حقیقی معنوں میں نمونے کی اسلامی ریاست بنا دیں۔ لہٰذا آپ سب بھی ہمارے ساتھ شریک دعا ہو جائیں کہ اے اللہ! قائد اعظم کے پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا گہوارہ بنا دے۔ اے اللہ! ہمیں اس نظام کو بدلنے اور اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کرنے کے لئے تن من دھن لگا دینے اور کھپا دینے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں نفاق کے مرض سے شفائے کاملہ عطا فرما۔

آمین ثم آمین

ہمارا مطالبہ' ہماری اپیل
دستور خلافت کی تکمیل